بیسویں صدی میں حروفِ مقطعات کے مباحث

محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم کی انتیس سورتوں کے آغاز میں مفرد یا مرکب حروف آئے ہیں۔ ان حروف کو ملا کر لکھا جاتا ہے، لیکن انھیں پڑھا الگ الگ جاتا ہے۔ اسی لیے انھیں ''حروف مقطّعات'' کہا جاتا ہے۔ سورتوں کے آغاز میں ہونے کی وجہ سے انھیں فواتح السور کا بھی نام دیا گیا ہے۔ قدیم سے قدیم یا جدید سے جدید، ہر کتابِ تفسیر میں حروف مقطعات پر بحث ملتی ہے۔ ترتیبِ مصحف میں سورۂ بقرہ وہ پہلی سورت ہے جس کا آغاز حروف مقطعات (الــــم) سے ہوا ہے۔ ہر مفسر نے عموماً اس سورہ کی تفسیر میں حروف مقطعات پر بحث کرنا اپنی ذمہ داری سمجھی ہے۔ بعض مفسرین نے حروفِ مقطعات والی انتیسوں سورتوں کے آغاز میں ان پر اظہار خیال کیا ہے۔ علوم قرآن، اعجازِ قرآن اور علوم بلاغت کے موضوع پر کتابوں میں بھی ان پر مبسوط بحثیں ملتی ہیں۔ کچھ مقالات بھی لکھے گئے ہیں اور راقم کی معلومات کی حد تک کم از کم دو مستقل کتابیں اس موضوع پر تصنیف کی گئی ہیں۔[1]

راقم السطور نے اپنے مطالعے کو بیسویں صدی کی چند مشہور اور متداول تفسیروں تک محدود رکھا ہے۔ یہ مطالعہ ناقص ہے۔ اس کے دائرے کو وسعت دینے سے بحث و تحقیق کے کچھ نئے باب وا ہو سکتے ہیں اور قطعی نتائج مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔ حاصلِ مطالعہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ گیارہ سو سال قبل امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م۳۱۰ھ) نے حروفِ مقطعات سے متعلق سلف کے جتنے اقوال جمع کر دیے تھے، بعد کے مفسرین ان پر کوئی قابلِ ذکر اضافہ نہیں کر سکے ہیں۔ بلکہ انھوں نے ان میں سے کسی قول

کو ترجیح دے کر زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ بیسویں صدی کی کتب تفسیر کا بھی اس معاملے میں استثناء نہیں ہے۔

اسرار الٰہی؟

حروفِ مقطعات کے سلسلے میں ایک بحث قدیم سے یہ اٹھتی رہی ہے کہ یہ اسرارِ الٰہی میں سے ہیں جن تک بندوں کی رسائی ممکن نہیں یا ان سے معانی کا استنباط کیا جاسکتا ہے؟ خلفائے اربعہؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، شعبیؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ کی جانب ان کے اسرارِ الٰہی ہونے کا قول منسوب ہے۔ بعض قدیم مفسرین مثلاً ابو حیانؒ اور سیوطیؒ[۲] نے انھیں ''متشابہات'' قرار دیا ہے جن کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بیسویں صدی کے متعدد مفسرین نے یہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سورۂ البقرہ کے شروع میں حروف مقطعات 'الم' کے ذیل میں لکھا ہے:

> ''ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ شاید رسول ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو، کیوں کہ اللہ ورسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا، اس لیے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ کرنی چاہیے''۔[۳]

بقیہ سورتوں کے حروف مقطعات پر تقریبا ہر جگہ مولانا تھانویؒ نے قوسین میں اس طرح کا جملہ لکھا ہے: ''اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں''۔

مفتی محمد شفیعؒ سورۂ بقرہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

> ''جمہور صحابہ وتابعین اور علمائے امت کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ حروف رموز واسرار ہیں جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں، اور ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا

ہے جس کی تبلیغ امت کے لیے روک دی گئی ہے۔ اسی لیے آں حضرت ﷺ سے ان حروف کی تفسیر وتشریح میں کچھ منقول نہیں''۔۴

سورۂ آل عمران میں لکھتے ہیں:

''الم تو متشابہاتِ قرآنیہ میں سے ہے جس کے معنی اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے''۔۵

سورۂ الاعراف کے حروف مقطعات (المص) پر لکھتے ہیں:

''اس کے معنی تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے جس پر امت کو اطلاع نہیں دی گئی، بلکہ اس کی جستجو کو بھی منع کیا گیا ہے''۔۶

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے تفسیری حواشی میں صرف سورۃ البقرہ کے ذیل میں چند جملے لکھے ہیں:

''ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں۔ ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں، بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور اس کے رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا، اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اس سے صرف تمثیل وتنبیہ وتسہیل مقصود ہے، یہ نہیں کہ مرادِ حق تعالیٰ یہ ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر تغلیط کرنا محض شخصی رائے ہے جو تحقیقی علماء کے بالکل خلاف ہے''۔۷

پیر محمد کرم شاہ سجادہ نشین بھیرہ شریف نے بھی صرف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں حروف مقطعات کے بارے میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''الف. لام. میم. مفسرین کرام نے ان حروف کی تشریح کرتے ہوئے متعدد اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک احسن قول یہ ہے کہ الم اور دیگر حروف مقطعات سرّ بین اللہ ورسولہ، یہ وہ

راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ہیں'' ۔۸

مولانا سید احمد حسنؒ (م۱۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

''حروف مقطعات کی تفسیر میں خلفائے اربعہ اور علمائے سلف کا یہی قول ہے کہ مثل آیات متشابہات کے ہیں۔ ان کے معنٰی اور نازل فرمانے کا مقصد خدا ہی کو خوب معلوم ہے'' ۔۹

مولانا محمد لقمان سلفی نے تفسیر سورۂ بقرہ میں حروف مقطعات کے معنٰی ومفہوم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن میں ''پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے۔ اس کا معنٰی کسی کو معلوم نہیں'' ۔۱۰

مولانا سلفی نے بعض حروف مقطعات کے ذیل میں مفسرین کے اقوال ذکر کیے ہیں، لیکن بیش تر مقامات پر یہی لکھا ہے کہ ''ان کا مقصودِ اصلی صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' ۔۱۱

مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''انھیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے، یعنی علٰیحدہ علٰیحدہ پڑھے جانے والے حروف، ان کے معنٰی کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ'' ۔۱۲

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے یہ نقطۂ نظر پیش کیا ہے کہ حروف مقطعات کے حقیقی معنٰی متعین کرنے کا ہمارے پاس کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی تحقیق میں سرگرداں ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس دور کے اسالیبِ بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور سے معروف تھا...... بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لیے ان کے معانی متعین کرنا مشکل ہوگیا، لیکن یہ ظاہر ہے کہ نہ تو ان حروف کا مفہوم سمجھنے پر قرآن سے

ہدایت حاصل کرنے کا انحصار ہے اور نہ یہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا معنیٰ نہ جانے گا تو اس کے راہ راست پانے میں کوئی نقص رہ جائے گا۔ لہٰذا ایک عام ناظر کے لیے کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ ان کی تحقیق میں سرگرداں ہو"۔۱۳؎

اس نقطۂ نظر پر بعض حضرات کی جانب سے اعتراض کیا گیا تو مولانا نے اس کی یہ وضاحت کی:

"یہ حروف چوں کہ خطیبانہ بلاغت کی شان رکھتے ہیں اور ان میں کوئی خاص حکم یا کوئی خاص تعلیم ارشاد نہیں ہوئی ہے، اس لیے اگر آدمی ان کا مطلب نہ سمجھ سکے تو اس کا یہ نقصان نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو جاننے سے یا کسی تعلیم کا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ گیا۔ لہٰذا جب ان کے معنی متعین کرنے کے لیے کوئی اصول ہاتھ نہیں آتا اور کوئی مستند تشریح بھی نہیں ملتی تو خواہ مخواہ تکلف سے معنیٰ پیدا کرنے اور تیر تکّے لڑانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی صحیح مراد خدا پر چھوڑ دیئے اور کتاب کی ان آیات پر تدبر شروع کر دیجیے جنھیں سمجھنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں"۔۱۴؎

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اب یہ سوال کہ اتنے کثیر مقامات پر قرآن مجید میں ایسے حروف کا استعمال جن کے معنیٰ اب ٹھیک ٹھیک متعین نہیں ہو سکتے، اس کتاب کے عربی مبین ہونے میں قادح تو نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے معنیٰ معلوم نہ ہونے سے اس ہدایت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا جو انسان کو قرآن میں دی گئی ہے۔ اگر اس میں کوئی ادنیٰ سا خلل بھی واقع ہونا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود ان کی تشریح فرما دیتا یا رسول اللہ ﷺ یہ فریضہ انجام دیتے"۔۱۵؎

اس اشکال کی وضاحت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے یوں کی ہے:

''یہ اعتراض کہ قرآن کے مخاطب جب ہم ہیں تو ان حروف کو بھی ہمارے لیے قابل فہم ہونا لازمی ہے، کچھ زیادہ باوقعت وباوزن نہیں۔ قرآن مجید کے اندر اور جتنے مضامین ومطالب ہیں کیا وہ سب ہر کس وناکس کی سمجھ میں آگئے ہیں؟ یا کائناتِ خارجی میں جو کچھ موجود ہے کیا ان موجودات میں سے سب کا مصرف بڑے سے بڑے فاضلوں اور محققوں کی بھی سمجھ میں آگیا ہے؟''۔ ۱۶

حروف مقطعات کے معانی؟

دوسری طرف بہت سے مفسرین نے حروف مقطعات سے معانی کا استنباط کیا ہے۔ قدیم کتبِ تفسیر میں یہ معانی صحابیِ رسول حضرت ابن عباسؓ کی جانب منسوب ہیں۔ بیسویں صدی کے مفسرین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی اردو تفسیر ''تفسیر ثنائی'' ۱۷ میں ان معانی کو ترجمۂ قرآن میں شامل کیا ہے۔ مثلاً:

(الم) میں ہوں اللہ بڑے علم والا

(الر) میں ہوں دیکھتا

(طٰہ) اے بندۂ خدا

(طسم) میں ہوں بڑی پاکی والا، سلامتی والا، مالک

انھوں نے اپنی عربی تفسیر "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" ۱۸ میں بھی تمام حروف مقطعات کے ذیل میں ان کے معانی بیان کیے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کا ایک ترجمۂ قرآن نظر سے گزرا ہے۔ اس میں ان حروف مقطعات کے معانی ترجمۂ قرآن میں شامل کیے گئے ہیں۔ ۱۹

ان مفسرین نے بیش تر حروف مقطعات کا اطلاق ذات باری پر کیا ہے۔ ایک صاحب ۲۰ تو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ان کے نزدیک جملہ حروف مقطعات

آں حضورﷺ کے القاب گرامی ہیں جن کے ذریعے خداوند عالم آپ کو مخاطب کرتا تھا۔ مثلاً

(الم) امین، لیّن القلب، مرسل

(طس) طاہر، سید

(حم) حامل قرآن، محمد در محمد کیا ہوا

(یٰس) یا سید

اسمائے سور

مفسرین کا ایک طبقہ حروف مقطعات کو اسمائے سور قرار دیتا ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ "یہ اکثر متکلمین اور خلیل وسیبویہ کا قول ہے"۔ ۲۱ قاضی عبدالجبار معتزلیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ ۲۲ متاخرین میں سرسیدؒ ۲۳ اور محمد عبدہؒ ۲۴ نے بھی یہی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ بیسویں صدی کے مفسرین میں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ بھی انھیں سورتوں کے نام قرار دیتے ہیں۔ مولانا آزاد نے حروف مقطعات کے بارے میں اپنی ناتمام تفسیر میں صرف سوۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ جملہ لکھا ہے:

> "ان حروف کو ان سورتوں کا نام یا عنوان سمجھنا چاہیے جن میں ان کے مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے"۔ ۲۵

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

> "یہ جس سورہ میں بھی آئے ہیں، بالکل شروع میں اس طرح آئے ہیں جس طرح کتابوں، فصلوں اور ابواب کے شروع میں ان کے نام آیا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں۔ قرآن نے جگہ جگہ ذلک اور تلک کے ذریعہ سے ان کی طرف اشارہ کرکے ان کے نام ہونے کو اور واضح کردیا ہے۔ حدیثوں سے بھی ان کا نام ہی ہونا ثابت ہوتا ہے"۔ ۲۶

یہاں مولانا نے ان حدیثوں کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے جن سے حروف مقطعات کا اسمائے سور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جہاں تک ان ناموں کے معانی کا تعلق ہے، مولانا اصلاحیؒ کے نزدیک ''ان کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بڑا مشکل ہے...... بہرحال اہلِ عرب اس طرح کے ناموں سے نامانوس نہیں تھے...... ان میں یہ اہتمام بھی ضروری نہیں تھا کہ اسم اور مسمیٰ میں کوئی معنوی مناسبت پہلے سے موجود ہو، بلکہ یہ نام ہی بتاتا تھا کہ یہ نام اس مسمیٰ کے لیے وضع ہوا ہے''۔[۲۷]

مولانا اصلاحی مزید فرماتے ہیں:

> ''جب ایک شے کے متعلق یہ معلوم ہوگیا کہ یہ نام ہے تو پھر اس کے معنٰی کا سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ نام سے اصل مقصود مسمّٰی کا اس نام کے ساتھ خاص ہوجانا ہے نہ کہ اس کے معنٰی۔ کم از کم فہمِ قرآن کے نقطۂ نظر سے ان ناموں کے معانی کی تحقیق کی تو کوئی خاص اہمیت ہے نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ چوں کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے ہیں اس وجہ سے آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ ضرور یہ کسی نہ کسی مناسبت کی بنا پر رکھے گئے ہوں گے''۔[۲۸]

مولانا فراہیؒ کا نقطۂ نظر

حروف مقطعات کے سلسلے میں مولانا اصلاحیؒ کے نقطۂ نظر کے تسلسل میں مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ''استاذ امام'' مولانا حمید الدین فراہیؒ کا نقطۂ نظر بھی بیان کردیا جائے۔

مولانا فراہیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ عربی زبان کے حروف عبرانی سے لیے گئے ہیں اور عبرانی کے یہ حروف ان حروف سے ماخوذ ہیں جو عرب قدیم میں رائج تھے۔ یہ حروف آواز کے ساتھ معانی اور اشیاء پر بھی دلیل ہوتے تھے اور جن معانی یا اشیاء پر وہ دلیل

ہوتے تھے عموماً انہی کی صورت وہیئت پر لکھے بھی جاتے تھے۔ ان حروف کے معانی کا علم اب اگرچہ مٹ چکا ہے، تاہم بعض حروف کے معنٰی اب بھی معلوم ہیں اور ان کے لکھنے کے ڈھنگ میں بھی ان کی قدیم شکل کی کچھ نہ کچھ جھلک پائی جاتی ہے مثلاً الف کے متعلق معلوم ہے کہ وہ گائے کے معنٰی بتاتا تھا اور گائے کے سر کی صورت ہی پر لکھا جاتا تھا۔ 'ط' سانپ کے معنیٰ میں آتا تھا اور لکھا بھی کچھ سانپ ہی شکل پر جاتا تھا۔ 'م' پانی کی لہر پر دلیل ہوتا تھا اور اس کی شکل بھی لہر سے ملتی جلتی بنائی جاتی تھی۔ مولانا نے اپنے نظریے کی تائید میں سورہ 'ن' کو پیش کیا ہے۔ حرف 'ن' اب بھی اپنے قدیم معنیٰ ہی میں بولا جاتا ہے۔ اس کے معنٰی مچھلی کے ہیں اور جو سورہ اس نام سے موسوم ہوئی ہے اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر صاحب الحوت (مچھلی والے) کے نام سے آیا ہے۔ مولانا اس نام کو پیش کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے ذہن قدرتی طور پر اس طرف جاتا ہے کہ اس سورہ کا نام ''نون'' (ن) اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں صاحب الحوت (یونس علیہ السلام) کا واقعہ بیان ہوا ہے جن کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ پھر کیا عجب کہ بعض دوسری سورتوں کے شروع میں جو حروف آئے ہیں وہ بھی اپنے قدیم معانی اور سورتوں کے مضامین کے درمیان کسی مناسبت ہی کی بنا پر آئے ہوں۔[۲۹]

مولانا فراہیؒ کا نظریہ پیش کرنے سے پہلے مولانا اصلاحیؒ نے لکھا ہے ''ان حروف پر ہمارے پچھلے علماء نے جو رائیں ظاہر کی ہیں ہمارے نزدیک وہ تو کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ذکر کرنا کچھ مفید نہ ہوگا۔''[۳۰]

مولانا فراہی کا نظریہ بیان کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں:

> ''میرے نزدیک اس کی حیثیت ابھی تک ایک نظریہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جب تک تمام حروف کے معنٰی کی تحقیق ہو کر ہر پہلو سے ان ناموں اور ان سے موسوم سورتوں کی مناسبت واضح نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر ایک نظریہ سے زیادہ اعتماد کر لینا صحیح نہیں ہوگا۔''[۳۱]

جب کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہ ہونے کی بنا پر متقدمین کی آراء کا تذکرہ کچھ مفید

نہیں تو محض ایک نظریہ ہونے کے باوجود مولانا فراہی کی رائے کے ذکر میں افادیت کا کون سا پہلو نکل سکتا ہے؟

ادواتِ تنبیہ

علامہ رشید رضا مصریؒ نے حروف مقطعات کو 'ادوات تنبیہ' قرار دیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب سامعین کو مخاطب کے لیے 'الأ'یا 'ھــــا' جیسے کلمات کا استعمال کرتے تھے۔ قرآن میں اس مقصد کے لیے حروف مقطعات آئے ہیں جو ان کلمات سے زیادہ قوی اور موثر ہیں۔[۳۲] ان کے ذریعے مشرکین کو متنبہ اور چوکنا کیا گیا، تا کہ وہ اللہ کا کلام سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جائیں۔ حروف مقطعات والی تمام سورتیں مکی ہیں۔ سوائے البقرہ اور آل عمران کے کہ وہ مدنی ہیں، لیکن ان میں اہلِ کتاب کو دعوت دی گئی ہے۔ ان تمام سورتوں میں کتاب اللہ کا ذکر اور وحی و نبوت کا اثبات ہے۔[۳۳]

متقدمین میں علامہ ابن جریر طبریؒ نے اس قول کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[۳۴] علامہ ابن کثیرؒ نے اسے ان کے حوالے سے مختصر ذکر کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔[۳۵] شیخ رشید رضاؒ فرماتے ہیں کہ اس توجیہ کو میں نے جتنی اچھی طرح بیان کیا ہے اور جس طرح اس حکمت کی وضاحت کی ہے اگر اسے ابن کثیرؒ دیکھ لیتے تو اسے ضعیف نہ قرار دیتے۔[۳۶]

اعجازِ قرآن کی دلیل

قدیم اور جدید بہت سے مفسرین نے حروف مقطعات کو اعجازِ قرآن سے مربوط کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فواتح سور ایک حرف، دو حروف، تین حروف، چار حروف اور پانچ حروف پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح عربی زبان کے الفاظ بھی یک حرفی، دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی اور پنج حرفی ہوتے ہیں۔ سورتوں کے شروع میں ان حروف سے قرآن کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے سامعین کی توجہ اس جانب مبذول کرنی مقصود ہے کہ ان کے سامنے تلاوت کیا جانے والا قرآن انہی حروف سے مرکب ہے جن سے وہ اپنا کلام بناتے

ہیں۔اس کے باوجود اس جیسا کلام پیش کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔

اس قول کو متقدمین میں طبریؒ، زمخشریؒ، بیضاویؒ، رازیؒ، ابن کثیرؒ، قرطبیؒ، ابن تیمیہؒ، مزیؒ، فرّاءؒ، قطربؒ، مبرّدؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

بیسویں صدی کے مفسرین میں سید قطب شہیدؒ نے اپنی تفسیر میں اس نقطۂ نظر کو پورے زور اور قوت سے بیان کیا ہے۔انھوں نے حروف مقطعات کی انتیسوں سورتوں میں یہ بات لکھی ہے۔[۳۷]

محمد علی صابونیؒ نے اپنی کتابوں صفوۃ التفاسیر [۳۸] اور قبس من نور القرآن الکریم [۳۹] میں اس نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطیؒ نے اپنی تصنیف الاعجاز البیانی للقرآن الکریم میں اس موضوع پر بہت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔فواتح کا آغاز سورۂ قلم سے ہوا جو مکی عہد کی ابتدا میں نازل ہوئی تھی۔ پھر مکی عہد کے وسط میں نازل ہونے والی سورتوں میں کثرت سے فواتح آئے ہیں۔اس وقت قرآن کے بارے میں مشرکین کا مجادلہ شدت اختیار کر گیا تھا۔قرآن کی آیتیں انھیں چیلنج کرتی رہیں کہ اس کے مثل یا اس کی ایک سورت کے مثل لا کر دکھائیں،مگر وہ اس سے عاجز رہے، یہاں تک کہ مدنی عہد کے اوائل میں نازل ہونے والی سورتوں میں معجزۂ قرآن کی صداقت پر اتمام حجت کرنے کے بعد مجادلہ کو ختم کر دیا گیا۔

۲۔قرآن کی جس سورت کا بھی آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے اس میں قرآن کا اثبات اور اس کے اللہ کی جانب سے ہونے کا تذکرہ ہے اور مجادلہ کرنے والوں کے دعووں کا ابطال ہے۔

۳۔فواتح سے شروع ہونے والی اکثر سورتیں اس مرحلہ میں نازل ہوئیں جب مشرکین کی سرکشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور وہ وحی کو افتراء، سحر، شعر اور کہانت پر محمول کر رہے تھے۔اس وقت قرآن نے انھیں چیلنج کیا کہ وہ سب یکجا ہو کر اور جنوں سے بھی مدد لے کر قرآن کے مثل ایک سورت یا دس سورتیں یا اس جیسا کلام گھڑ کر پیش کریں اگر ان کا

دعویٰ ہے کہ محمد [ﷺ] نے انھیں گھڑ کر اور اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ سب لاجواب رہ گئے اور قرآن کے مثل ایک سورت بھی پیش نہ کر سکے، جب کہ قرآن عربی مبین میں تھا۔ اس کے الفاظ انہی کی زبان کے تھے۔ اس کے حروف انہی کی لغت کے حروف تھے۔ وہ حروف جنھیں تنہا یا مرکب ٹکڑے ٹکڑے کرکے پڑھا جائے تو کوئی معنی نہیں دیتے، لیکن جب قرآن میں اپنی متعین جگہ پہنچتے ہیں تو اس کے معجزانہ بیان کا راز آشکارا ہوتا ہے۔[40]

کیا حروف مقطعات کا اسلوب اور ان کے معانی معروف تھے؟

حروف مقطعات کے سلسلے میں ایک بحث یہ کی گئی ہے کہ کیا ان کے اسلوب اور معانی اہلِ عرب کے نزدیک معروف تھے؟ متقدمین میں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ [41] نے اور متاخرین میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ مولانا مودودی نے لکھا ہے:

> ”جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ چناں چہ اب بھی کلامِ جاہلیت کے جو نمونے محفوظ ہیں ان میں اس کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ اس استعمال عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستاں نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو، بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے مراد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی ﷺ کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں کی ابتداء میں بولتے ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے ان

کے معنٰی پوچھے ہوں''۔۴۲؎

''کلامِ جاہلیت میں محفوظ مثالوں'' کی نشان دہی کی درخواست کی گئی تو مولانا مودودیؒ نے دو اشعار درج کیے۔ مگر حروف مقطعات ان کے آغاز میں نہیں، بلکہ آخر میں ہیں۔۴۳؎

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

''جہاں تک ان حروف کا تعلق ہے، یہ اہل عرب کے لیے کوئی بے گانہ چیز نہ تھے...... اگر نام رکھنے کا یہ طریقہ کوئی ایسا طریقہ ہوتا جس سے اہلِ عرب بالکل ہی نامانوس ہوتے تو وہ اس پر ضرور ناک بھوں چڑھاتے اور ان حروف کی آڑ لے کر کہتے کہ جس کتاب کی سورتوں کے نام تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے اس کے ایک کتاب مبین ہونے کے دعوے کو کون تسلیم کرسکتا ہے۔ قرآن پر اہلِ عرب نے بہت سے اعتراضات کیے اور ان کے یہ سارے اعتراض قرآن نے نقل بھی کیے ہیں۔ لیکن ان کے اس طرح کے کسی اعتراض کا کوئی ذکر نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ناموں میں ان کے لیے کوئی اجنبیت نہیں تھی''۔۴۴؎

لیکن شیخ محمد علی صابونیؒ کا کہنا ہے کہ یہ اسلوب اہلِ عرب کے نزدیک غیر معروف تھا۔ اس بات کو وہ اعجاز قرآن سے جوڑتے ہیں۔ اپنی کتاب صفوة التفاسير میں لکھتے ہیں:

"ابتداء السورة بالحروف المقطعة (الم) وتصديرها بهذه الحروف الهجائية يجذب أنظار المعرضين عن هذاالقرآن، اذ يطرق أسماعهم لأول وهلة ألفاظ غير مألوفة في تخاطبهم، فينتبهوا الى ما يلقى اليهم من آيات بينات". ۴۵؎

(اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ ان حروف تہجی
سے سورت کا آغاز قرآن سے اعراض کرنے والوں کی نگاہوں کو
متوجہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ اول وہلہ میں ان کے کانوں سے ایسے
الفاظ ٹکراتے ہیں جو ان کی بول چال میں معروف نہیں ہیں۔ اس
طرح قرآن کی جو روشن آیات ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں ان
کی طرف وہ متوجہ ہو جاتے ہیں)

یہی بات شیخ صابونیؒ نے اپنی کتاب قبس من نور القرآن الکریم میں بھی لکھی ہے۔[۴۶]

حروف مقطعات اور مستشرقین

بیسویں صدی میں حروف مقطعات کے سلسلے میں ایک نظریہ مستشرقین نے پیش کیا تھا۔ نولدیکی NOLDEKE (۱۸۳۶-۱۹۳۰ء) اور شوالی SCHWALLY (۱۸۶۳-۱۹۱۹ء) نے تاریخ القرآن میں اس نظریہ کا اظہار کیا کہ حروف مقطعات قرآن کا جز نہیں، بلکہ اس میں اضافہ ہیں۔ یہ ان صحابہ کے ناموں کے ابتدائی یا آخری حروف ہیں جن کے پاس خاص خاص قرآنی سورتوں کے نسخے تھے۔ مثلاً سعد بن عبادہ:س، مغیرہ:م، عثمان بن عفان:ن، ابوہریرۃ:ہ، بعد میں ان مصنفین نے اس نظریہ سے رجوع کرلیا تھا۔ البتہ مستشرقین میں سے بہل BUHL (۱۸۵۰-۱۹۳۲ء) اور ہرشفیلڈ HIRSCHFELD (۱۸۵۴-۱۹۳۴ء) نے اس نقطۂ نظر پر زور حمایت کی۔ لیکن بلاشیر BLACHERE (ولادت ۱۹۱۰ء) لوتھ LOTH اور بویر BAUER نے اس نظریہ کو بعید از عقل اور نا قابل تسلیم قرار دیا ہے۔[۴۷]

شیخ رشید رضا مصریؒ نے اس نظریہ کو بعض ملاحدۂ مصر کی جانب منسوب کیا ہے۔[۴۸]

بیسویں صدی کے حوالے سے حروف مقطعات کا یہ ایک ناقص مطالعہ ہے

جس میں عموماً اردو کتبِ تفسیر اور خاص طور پر چند عربی کتبِ تفسیر کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ انگریزی کتبِ تفسیر سے مطلق تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے ذریعے حروف مقطعات کے سلسلے میں اہم رجحانات سے واقفیت حاصل کرنے میں کچھ مدد مل سکے گی۔ **وما توفیقی الا باللہ.**

حواشی ومراجع

۱۔ حروف مقطعات پر دستیاب کتب ومقالات کی تفصیل درج ذیل ہے:

کتب:

- رحیم بخش، حروف مقطعات کے اشارات وکنایات، لاہور (بدون تاریخ)
- اختیار حسین نیازی، مفتاح المقطعات، گیلانی پبلیکیشنز، کراچی، ۱۹۹۲ء

مقالات:

- حروف مقطعات، بدر الدین اصلاحی، الاصلاح، دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ، اکتوبر ۱۹۳۷ء، ص ۳۵-۴۲
- حروف مقطعات، سید غلام احمد تسخیر، میثاق، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۴۱-۴۶
- حروف مقطعات کی امتیازی خصوصیات، ابو مسعود حسن علوی، المیزان، اسلام آباد، شمارہ ۲، جنوری۔ مارچ ۱۹۹۸ء، ص ۶۹-۸۹

۲۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، المطبعۃ الازہریۃ مصر، ۱۹۲۵ء، ۲/۸

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی، تکمیل بیان القرآن، تاج پبلشرز دہلی۔ ۶، ۱۹۷۸ء، ۱/۲

۴۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۹۳ء، ۱/۷، مزید ملاحظہ کیجیے، ۴/۴۹۹ (سورہ یونس)

۵۔ حوالہ سابق، ۲/۱۴

۶۔ حوالہ سابق،۳/۵۱۵

۷۔ مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیر، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ص۳

۸۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی،۱۹۸۹ء،۱/۲۹

۹۔ مولانا سید احمد حسن، احسن التفاسیر، مکتبہ فیض عام دہلی، سنہ طبع ندارد،۱/۰۷

۱۰۔ مولانا محمد لقمان السلفی، تیسیر الرحمن لبیان القرآن، علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سینٹر، مشرقی چمپارن،۲۰۰۱ء،۱/۱۶

۱۱۔ حوالہ سابق،۱/۶۰۱، ۶۶۸، ۷۰۴، ۷۲۱، ۷۳۸، وغیرہ

۱۲۔ مولانا اصلاح الدین یوسف، قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ص۷

۱۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی،۱۹۶۳ء،۱/۴۹

۱۴۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ، رسائل ومسائل، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۷ء، ۲/۱۰۳-۱۰۴

۱۵۔ حوالہ سابق،۵/۰۷

۱۶۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ،۱۹۹۵ء،۱/۴۶

۱۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر ثنائی، الدار السلفیہ، ممبئی،۲۰۰۰ء

۱۸۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، ادارہ احیاء السنۃ، اردو بازار، لاہور، سنہ طبع ندارد

۱۹۔ مرزا محمد طاہر، قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس، نظارت نشر واشاعت، قادیان، پنجاب ۲۰۰۲ء

۲۰۔ (مصنف نامعلوم ترجمۃ القرآن بتصریف آیات الفرقان المعروف، بہ تفسیر القرآن بالقرآن، ادارہ بلاغ القرآن لاہور، سنہ طبع ندارد

۲۱۔ امام رازی، التفسیر الکبیر، تحقیق وتخریج عماد زکی البارودی، المکتبۃ التوفیقیہ، قاہرہ، بدون تاریخ،۲/۸

۲۲۔ قاضی عبدالجبار، تنزیه القرآن عن المطاعن، المطبعۃ الجمالیۃ مصر، ۱۳۲۹ھ، ص۶
۲۳۔ سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن، رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور، ۱/۱۰
۲۴۔ شیخ محمد عبدہ، تفسیر المنار، مطبعۃ المنار، مصر، ۱۳۴۶ھ، ۱/۱۲۲
۲۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، ۱۹۶۶ء، ۲/۱
۲۶۔ مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ۱/۸۲
۲۷۔ حوالہ سابق، ۱/۸۲-۸۳
۲۸۔ حوالہ سابق، ۱/۸۳
۲۹۔ حوالہ سابق، ۱/۸۳-۸۴ (باختصار)
۳۰۔ حوالہ سابق، ۱/۸۳
۳۱۔ حوالہ سابق، ۱/۸۵
۳۲۔ تفسیر المنار: ۱۱/۱۴۲ (تفسیر سورۂ یونس)
۳۳۔ حوالہ سابق، ۸/۲۹۶ (تفسیر سوہ الاعراف)
۳۴۔ محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری) دار المعارف مصر، ۱/۲۱۰
۳۵۔ اسماعیل بن کثیر الدمشقی تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، ۱۹۳۷، ۱/۳۷
۳۶۔ تفسیر المنار، ۸/۳۰۳
۳۷۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، دار الشروق جدہ، ۱/ ۳۸، ۳۶۴، ۱۲۵۴/۲، ۱۷۵۹، ۱۸۵۱/۴، ۱۹۷۰، ۲۰۴۳، ۲۰۸۵، ۲۱۲۵، ۲۳۰۱، ۲۳۲۷، ۲۵۸۴/۵، ۲۶۲۶، ۲۶۷۵، ۲۷۱۹، ۲۷۵۶، ۲۷۸۳، ۲۸۰۴، ۲۹۵۸، ۳۰۰۶، ۳۰۶۸، ۳۱۰۷، ۳۱۳۹، ۳۱۷۶، ۳۲۰۷، ۳۲۲۱، ۳۲۵۴/۶، ۳۳۵۷، ۳۶۵۴
۳۸۔ شیخ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، دار القرآن الکریم، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ۱/۳۲-۳۳، ۴۳۶، ۵۷۱ وغیرہ

۳۹۔ شیخ محمد علی صابونی، قبس من نور القرآن الکریم، دارالقلم دمشق، ۱۴۰۶ھ، ۱/۵/۱۰، ۱۰۱، ۶/۲۲۶، ۷/۵۱، ۷۰، ۹/۱۱۸، ۱۰/۲۰۷، ۱۱/۵۵، ۱۰، ۱۲/۷۹، ۹۹، ۱۵/۳۲

۴۰۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی، الاعجاز البیانی للقرآن الکریم اردو ترجمہ بنام قرآن کریم کا اعجاز بیان، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشر، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، ص۲، ۱۷۲، ۲۳۴

۴۱۔ بحوالہ اتقان، ۲/۱۱

۴۲۔ تفہیم القرآن، ۱/۴۹

۴۳۔ رسائل ومسائل، ۲/۶۹-۷۰

۴۴۔ تدبر قرآن، ۱/۸۲-۸۳

۴۵۔ صفوة التفاسیر، ۱/۳۱

۴۶۔ قبس من نور القرآن، ۱/

۴۷۔ صبحی صالح، علوم القرآن، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، تاج کمپنی، ۱۹۸۸ء، ص۳۴۳-۳۴۵

۴۸۔ تفسیر المنار، ۱۱/۱۴۲ (تفسیر سورہ اعراف)

☆